خطبہ جمعہ

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم پڑ جائے تو مسکین کو کھانا کھلا

ہمسائیگی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ امیروں کو چاہئے کہ اگر ارد گرد غریب نہ دیکھیں تو غرباء کی بستیوں میں جا کر ان کی کچھ مدد کریں

مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو

احمدیوں کو خاص طور پر ان نیکیوں کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں اٹھانا چاہئے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۳؍مارچ ۲۰۰۰ء بمطابق ۳؍امان ۱۳۷۹ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله—

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم— بسم الله الرحمٰن الرحيم —

الحمدلله رب العٰلمين — الرحمٰن الرحيم — مٰلك يوم الدين — إياك نعبد و إياك نستعين —

اهدنا الصراط المستقيم — صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين—

﴿وَاعْبُدُوااللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ (سورۃ النساء:۳۷)

یہ آیت وہی ہے جو اس سے پہلے بھی میں نے حقوق کے تعلق میں پڑھی تھی اور اس کے جو ابتدائی حصے ہیں ان پر پہلے میں خطبات دے چکا ہوں۔ اب صرف تین مضامین ایسے ہیں جن پر کچھ مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اول مساکین کا حق، دوسرے ہمسائے کا حق، تیسرے زیر نگیں خادموں اور ملازموں کا حق۔ تو اگرچہ اس میں بعض باتوں کی تکرار ہو گی مگر کوئی حرج نہیں کیونکہ تکرار سے ایک چیز بار بار ذہن نشین ہوتی رہتی ہے۔ مگر پوری طرح اس تکرار کو چھوڑا نہیں جا سکتا کیونکہ ایک حدیث میں مختلف مضامین بیان ہوتے ہوتے آخر پر مثلاً مساکین کا ذکر آیا ہے تو پھر وہ ساری حدیث پڑھنی ہوتی ہے یہ تو نہیں کہ صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا پڑھا جائے۔

اب اس کا ترجمہ میں آپ کو سناتا ہوں۔ اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکینوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔ اس مضمون پر یہ آیت پوری طرح جامع اور مانع ہے۔ تمام وہ باتیں جو قابل بیان تھیں وہ ساری اس تعلق میں اس آیت کے اندر بیان ہو چکی ہیں۔

اب جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا اب میں باری باری اس آیت کے وہ حصے پیش کرتا ہوں یعنی ان حصوں کے متعلق احادیث پیش کرتا ہوں جو اس سے پہلے بیان نہیں کئے گئے۔ مساکین سے متعلق ہدایت۔ عن ابی هريرة ان رجلا شكی رسو ل الله ﷺ قسوة قلبه فقال له ان اردت تليين قلبك فاطعم المسكين وامسح رأس اليتيم (مسند احمد بن حنبل جلد دوم)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی سخت دلی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم پڑ جائے تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر دست شفقت رکھ۔

ایک دوسری حدیث بخاری سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین (کے حقوق کی حفاظت) کیلئے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا قیام اللیل کرنے والے (اور) دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

(بخاری کتاب النفقات)

رمضان شریف میں لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قیام بھی کرتے ہیں۔ تو ایسے موقع پر پھر جہاد بھی درپیش آ جائے تو یہ ساری نیکیاں مشکل کاموں کی صورت میں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور اگرچہ مسلمان شوق سے جہاد کرتے ہیں مگر روزے دار کے لئے جہاد کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ پس اس پہلو سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان ساری نیکیوں کا ثواب اس کو ملے گا جو بیوہ اور مسکین کے اوپر نگہبان ہو اور ان کے حقوق کا خیال رکھے۔

اسی طرح ایک روایت سنن نسائی سے لی گئی ہے عبداللہ بن اوفی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کثرت سے ذکر الٰہی کیا کرتے تھے، فضول بات بالکل نہیں کیا کرتے تھے اور نماز کو لمبا کیا کرتے تھے، خطبہ مختصر دیا کرتے تھے اور اس بات کا بالکل برا نہیں مناتے تھے کہ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر جائیں اور اس کی حاجت روائی کریں۔

یہاں عمومی دستور کا بیان ہوا ہے آنحضور ﷺ چھوٹا خطبہ ہی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن بعض احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بہت لمبا خطبہ دیا، اتنا لمبا خطبہ کہ پھر نمازیں جمع کرنی پڑیں۔ پس اس پہلو سے احادیث پر نظر رکھتے ہوئے ہم نے درمیانی راہ اختیار کی ہے اور اس وقت چونکہ ساری دنیا کے احمدیوں کے مسائل پیش نظر ہیں اس لئے مضمون کو نسبتاً زیادہ تفصیل سے بیان کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال کوشش یہی ہوتی ہے کہ ایک گھنٹہ سے زیادہ کا مضمون نہ ہو۔

ایک حدیث جو بخاری کی ہے اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقموں یا ایک دو کھجوروں کے لئے در در کے دھکے کھانے پڑتے ہیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو اپنے پاس کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کے ذریعہ وہ دوسروں سے مستغنی ہو سکے اور اس کی اس حالت کا دوسروں کو علم بھی نہیں ہوتا تاکہ اُسے صدقہ دیا جا سکے اور نہ ہی وہ خود جا کر لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔

اصحاب الصفہ کا یہی حال تھا وہ مساکین آنحضرت ﷺ کی مسجد کے باہر تھڑوں پر بیٹھے رہتے تھے۔ اس لئے بیٹھتے تھے کہ آنحضور ﷺ کی باتوں سے محروم نہ رہیں اور حضور جب بھی باہر تشریف لائیں آپ ان سے سوال وغیرہ کر سکیں اور ان کی اس حالت کا علم نہیں ہوا کرتا تھا لوگوں کو کہ بہت بھوکے اور غریب ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ بعض دفعہ بھوک کی شدت سے ان کو غشی کا دورہ پڑ جاتا تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ مرگی کا دورہ ہے اور اس کی وجہ سے جیسا کہ عرب کا دستور تھا پرانی جوتیاں سونگھاتے یا مارتے تو یہ صحابہ کا حال تھا غربت اور مسکینی سے۔ مگر یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اپنے منہ سے اپنا حال بیان کریں۔

ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس گوہ لائی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں عربوں میں رواج تھا کہ گوہ بھی کھاتے تھے۔ آپؐ نے اسے نہ کھایا کیونکہ ایک ناپسندیدہ چیز ہے اور نہ دوسروں کو اس سے منع کیا۔ ان میں کوئی ہو نگے بھوکے بیچارے جن کو قسمت سے گوشت ملا تو رسول اللہ ﷺ نے از راہ ترحم ان کو بھی منع نہ فرمایا مگر خود بہرحال نہیں کھائی۔ مَیں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم اسے مساکین کو نہ کھلادیں؟۔ یہ مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے یا کسی اور اور سے یہ واضح نہیں اس حدیث میں مگر بہرحال الفاظ یہی ہیں۔ مَیں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم اسے مساکین کو نہ کھلایا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، اُن کو وہ نہ کھلاؤ جو تم خود نہیں کھاتے۔

پس مساکین کی خدمت کا بہت گہرا راز اس میں مضمر ہے کہ بعض لوگ اپنی پھٹی پرانی چیزیں مساکین کو دیتے ہیں یا کھانا بھی وہ جو گندہ ہو رہا ہو اور باسی ہو رہا ہو جس کو وہ خود نہیں کھا سکتے۔ پس کبھی بھی مسکینوں کو ایسے پھٹے پرانے کپڑے نہیں دینے چاہئیں اور نہ ایسا کھانا دینا چاہئے جسے وہ خود نہ کھا سکتے ہوں۔

ابو امامہ سے مروی ہے یہ روایت نسائی سے لی گئی ہے۔ ابو امامہ بن سھل بن حُنَیف سے مروی ہے کہ ایک مسکین عورت بیمار ہو گئی اور آنحضرت ﷺ کو اس کی بیماری کے بارہ میں بتایا گیا۔ آنحضرت ﷺ کی عادت تھی کہ آپ مساکین کی عیادت کیا کرتے اور ان کے بارہ میں پوچھتے رہتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جب یہ فوت ہو تو مجھے بتانا۔ تاہم اس کا جنازہ رات کے وقت تیار ہوا اور صحابہ نے آنحضرتؐ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ صبح کے وقت آنحضرتؐ کو اس کے بارہ میں بتایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا مَیں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے اس کے بارہ میں بتانا؟ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! ہم نے رات کو آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ تب آنحضرتؐ اس کی قبر پر گئے اور لوگوں کے ساتھ صف بندی کر کے چار تکبیریں کہیں۔ (سنن نسائی کتاب الجنائز)۔ چار تکبیریں یہ جنازہ کے خلاصہ کے طور پر ہے یعنی اس کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں ہی وفات دینا اور قیامت کے روز میرا حشر بھی مسکینوں کے زمرہ میں کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کیوں یا رسول اللہ؟۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ اَغنیاء کی نسبت چالیس خریف پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! مسکین کو (خالی) نہ لوٹا خواہ کھجور کا ایک حصہ ہی دینا پڑے۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور اُنہیں قریب رکھ۔ اللہ بھی تجھے قیامت کے دن اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث مسلم کتاب الجنة سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ اور جنت کی آپس میں بحث و تکرار ہو گی۔ مراد یہ ہے کہ یہ ایک تمثیلی کلام ہے یہ تو نہیں کہ دوزخ اور جہنم ایک دوسرے کی باتیں سنیں گے اور ایک دوسرے سے بات کریں گے۔ جنت تو اتنی دور ہو گی دوزخ سے کہ دوزخ کی کوئی آواز بھی جنت تک نہیں پہنچے گی تو یہ ایک تمثیلی کلام ہوا کرتا ہے اس کو تمثیلی کلام ہی سمجھنا چاہئے اور یہ مراد ہرگز نہ لیں کہ سچ مچ دوزخ جنت سے باتیں کرے گی اور جنت دوزخ سے باتیں کرے گی۔

بہر حال اس تمثیل میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ دوزخ نے کہا کہ مجھ میں بڑے بڑے جابر اور متکبر داخل ہوتے ہیں اور جنت کہنے لگی کہ مجھ میں کمزور اور مسکین داخل ہوتے ہیں یعنی بظاہر دوزخ اپنی بڑائی کر رہی تھی کہ مجھ میں بڑے بڑے لوگ ہیں اور جنت نے جواباً یہ کہا کہ مجھ میں تو مسکین ہی ہیں صرف۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا کہ تُو میرے عذاب کی مظہر ہے۔ جسے مَیں چاہتا ہوں تیرے ذریعے عذاب دیتا ہوں اور جنت سے کہا: تُو میری رحمت کی مظہر ہے، جس پر مَیں چاہوں تیرے ذریعے رحم کرتا ہوں اور تم دونوں میں سے ہر ایک کو اس کا بھرپور حصہ ملے گا۔

(مسلم كتاب الجنة و صفة نعمها و أهلها)

یہاں بھرپور حصے سے مراد یہ ہے کہ دوزخ بھی ایسے بدنصیب لوگوں سے بھر جائے گی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا اس سے پوچھے گا هَلِ امْتَلأتِ کیا تو بھر گئی ہے تو اس کی جہنم نہیں بھرے گی یعنی اس کے پیٹ کی جہنم جس طرح کہتے ہیں نا بھرتی نہیں تو یہی محاورہ دوزخ پہ صادق آتا ہے۔ وہ کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ اور بھی ہے تو دے دے۔ بہر حال جتنے بھی اس بات کے مستحق قرار دئے جائیں گے کہ وہ جہنم میں جائیں وہ سارے جہنم کے پیٹ بھرنے کے لئے بھیج دئے جائیں گے اور جتنے بھی جنت کے حق دار قرار دئے جائیں گے وہ سارے جنت کو بھر دیں گے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جعفرؓ بن ابو طالب مساکین سے محبت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ مل کر بیٹھتے، اُن سے باتیں کرتے اور وہ آپؓ سے باتیں کرتے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی کنیت ابو المساکین رکھ دی تھی۔ (سنن ابن ماجه كتاب الزهد)۔ یعنی پیار کے ساتھ انہیں کہا یہ مساکین کا باپ ہے۔ پس مساکین سے متعلق یہی حدیثیں ہیں جو میں نے آپ کے سامنے پیش کرنے کے لئے رکھی تھیں۔ ان میں مساکین سے متعلق بہت گہرا اور وسیع مضمون آ جاتا ہے۔ اب میں ہمسایوں سے متعلق بعض احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ہمسایوں سے متعلق اس سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ایک اقتباس تفصیل سے گزر چکا ہے مگر اب یہ احادیث میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جن کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات ہیں اور بعض دفعہ لگتا ہے کہ تکرار ہو رہی ہے مگر یہ تکرار بہتر ہے کیونکہ اس تکرار کے نتیجے میں بار بار ایک نصیحت کی بات دلوں میں نشین ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں نئی نسلیں بھی اچھی تربیت پاتی ہیں۔ بہر حال اب ہمسائے کے معاملے میں بخاری کتاب الادب سے یہ حدیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبریل مجھے ہمسائے کے بارہ میں بار بار وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مَیں نے سمجھا کہ شائد وہ اسے وارث قرار دے دے گا۔ اب یہاں نصیحت نہیں، لفظ وصیت ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ عربی میں وصیت بہت سخت اور پکی نصیحت کو کہا جاتا ہے۔ تو جبرائیل اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کو بار بار یہ گہری اور پکی نصیحت کرتا رہا کہ ہمسایوں کا بہت خیال رکھا جائے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ شبہ پڑا کہ شاید یہ اب مجھے یہ بھی بتا دے گا کہ ہمسائے ورثے میں بھی شامل ہو جائیں گے اور وارث قرار دئے جائیں گے۔

سنن ابی داؤد کتاب الادب سے یہ حدیث ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ میرے دو ہمسائے ہیں۔ مَیں (حسن سلوک میں) کس سے ابتدا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ان دونوں میں سے جس کا دروازہ قریب تر ہو۔

ایک حدیث مسلم کتاب البر والصلة سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے دوست ﷺ نے مجھے یہ تاکیدی نصیحت فرمائی۔ اب آنحضور ﷺ کو جگری دوست یعنی خلیلی، خلیل جگری دوست کو کہتے ہیں تو بڑے پیار اور محبت سے اپنا جگری دوست کہہ رہے ہیں۔ پس میرے جگری دوست ﷺ نے مجھے تاکیدی نصیحت فرمائی کہ جب تو کوئی سالن پکائے تو اس میں شوربہ زیادہ کر لیا کر پھر اپنے پڑوسیوں پر نگاہ ڈال اور اس سالن کے ذریعہ سے اُن سے حسنِ سلوک کر۔

آج کل کے ترقی یافتہ معاشروں میں تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اس حدیث پر لفظاً لفظاً عمل کیا جائے کیونکہ ہمسائے ایک تو پسند نہیں کرتے اس قسم کے گہرے تعلقات کو اور دوسرے ان کو ضرورت بھی کوئی نہیں کہ آپ کا شوربہ کھائیں۔ آپ کے کھانے کی طرز بھی الگ ہو سکتی ہے، ان کی بالکل الگ ہو سکتی ہے تو اس لئے اس کا اطلاق زیادہ تر ہمارے غریب ملکوں پر ہوتا ہے اور غریب ملکوں میں بھی مگر ایک مشکل ہے کہ امراء کی بستیاں الگ ہیں اور غرباء کی الگ ہیں جس کی وجہ سے تلاش کرنا پڑتا ہے۔ پس چونکہ ہمسائیگی کا اسلامی مفہوم بہت وسیع ہے اس لئے امیروں کو یہ چاہئے کہ وہ اگر ارد گرد غریب نہ دیکھیں تو غرباء کی بستیوں میں جا کر ان پہ کچھ خرچ کیا کریں، ان کو کچھ کھانا دیا کریں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس حدیث پر ان کا عمل ہو سکتا ہے۔

بخاری کتاب الادب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اُسے چاہئے کہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے۔ اور جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

بخاری کتاب الادب ہی میں ابو شریح سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کون اے اللہ کے رسول؟۔ آپؐ نے فرمایا جس کے شر سے اس کا ہمسایہ امن میں نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک ایسے ہی ہمسائے کو سمجھانے کا ایک عجیب طریق اختیار کیا جس پر وہ پہلی نصیحتیں عمل نہیں کیا کرتی تھیں۔ مگر اس طریق پر وہ مجبور ہو گیا کہ اپنے ہمسائے کے ساتھ پھر آئندہ سے حسن سلوک کیا کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ یہ سنن ابی داؤد کتاب الادب سے حدیث لی گئی ہے کہ ایک شخص اپنے پڑوسی کی شکایت لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضورؐ نے اس کو فرمایا جا اور صبر کر۔ یہ شخص دو یا تین بار حضورؐ کی خدمت میں (شکایت لے کر) آیا۔ تب آپؐ نے فرمایا: جا اور اپنا مال و متاع راستے میں لا کر رکھ دے۔ اب یہ بہت ہی عجیب انداز ہے نصیحت کا اور یہی نصیحت تھی جو اس پر کارگر ہوئی۔ اُس نے اپنا مال راستہ میں لا کر رکھ دیا۔ اس پر لوگ اس سے پوچھنے لگے کہ راستہ میں اپنا سامان کیوں رکھا ہوا ہے اور جب وہ ان کو بتاتا تھا کہ ہمسائے نے مجھے تنگ کیا ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنا مال سڑک پر رکھ دو تو وہ سب اس (ہمسائے) پر لعنت ملامت کرتے تھے کہ ایسا ذلیل ہمسایہ، ایسا گندہ اور کمینہ کہ تم بے چارے کو اپنے سامان باہر رکھنا پڑ رہا ہے۔ جب ہمسائے کو اس کا پتہ چلا تو وہ دوڑا آیا اور اس نے کہا میری توبہ آئندہ سے کبھی تم مجھ سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں سنو گے۔

اب دیکھیں آنحضور ﷺ کی نصیحتیں کتنی پیاری، کتنی گہری دل پر اثر کرنے والی ہوتی ہیں

اور سب سے زیادہ ایسی حدیثیں آپ کو حضرت ابوہریرہؓ سے ہی ملیں گی جنہوں نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ مسجد نبوی سے باہر تھڑے پر ہی رہیں گے تا کہ ایک بات بھی جو آنحضرت ﷺ کریں اس سے محروم نہ رہیں۔ اور آخری چند سال آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں پائے مگر اس کثرت سے حدیثیں مروی ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یادداشت بھی اچھی عطا فرمائی تھی اور آنحضور ﷺ کی دعا لگی تھی ان کو اس یادداشت کے تعلق میں اور بڑی کثرت سے حدیثیں یاد رکھی ہیں اور حدیثیں بتا رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں، یہ منسوب ہوئے ہوئے الفاظ نہیں۔ بعض دفعہ، کبھی کبھی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کے بیان کے وقت لفظوں کے اتنے تابع ہوتے تھے کہ سوچتے نہیں تھے کہ ان لفظوں کے مطلب سے عام لوگ بے خبر رہیں گے یا پوری طرح مفہوم نہیں سمجھ سکیں گے اور ان کو ٹھوکر لگ جائے گی۔ مگر بہر حال روایتیں بتاتی ہیں کہ وہ لفظوں کو پکڑ کر بیٹھ جاتے تھے تا کہ اپنی طرف سے کوئی اور مفہوم داخل نہ کریں۔

اب میں تیسرے طبقہ کی بات کرتا ہوں۔ یعنی زیر نگیں غلاموں اور ملازموں سے حسن سلوک۔ بخاری کتاب العتق میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا نوکر کھانا تیار کر کے لائے، اگر وہ اسے اپنے پاس بٹھا کر نہ کھلا سکے تو کم از کم ایک دو لقمے تو اسے کھانے کو دیدے کیونکہ اُسی نے یہ کھانا تیار کیا ہے۔ پس اس نصیحت پر بھی پوری طرح عمل ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے خاندان میں یہ رواج تھا اور خدا کرے کہ جاری رہے کہ کبھی نوکر کی شرمندگی کے باوجود اس کے بار بار اصرار کے باوجود اس کو زبردستی بٹھا لیا جاتا تھا اور اس حدیث کا حوالہ دے کر اس کو مجبور کیا جاتا تھا کہ بیٹھے اور چند لقمے ساتھ کھالے۔

ایک روایت حضرت معرور بن سویدؓ سے مروی ہے مسلم کتاب الایمان سے یہ روایت لی گئی ہے کہ مَیں نے حضرت ابوذرؓ کو ایک خوبصورت کپڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ ان کے غلام نے بھی ایسا ہی کپڑا پہن رکھا تھا۔ مَیں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا آنحضرت ﷺ کے زمانے میں انہوں نے ایک شخص یعنی اپنے غلام کو بُرا بھلا کہا اور اس کی ماں کے عیب بیان کر کے اُسے شرم دلائی۔ حضور ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: تم میں جہالت کی رگ ابھی باقی ہے۔ یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں، وہ تمہارے خادم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے زیر نگیں کر دیا ہے۔ جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے، وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اپنے غلاموں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ اگر تم کوئی مشکل کام ان کے سپرد کرو تو اس کام میں خود بھی ان کا ہاتھ بٹاؤ اور ان کی مدد کرو۔ (مسلم کتاب الایمان)

ابن ماجہ کتاب الاحکام سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

یہ آخری حدیث بخاری کتاب البیوع سے لی گئی ہے اور یہ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تین شخص ایسے ہیں جن کا قیامت کے دن مَیں مخالف ہوں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر غداری کی۔ دوسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت لے کر کھا گیا۔ تیسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا، اس سے پورا پورا کام لیا لیکن اس کو اس کی مزدوری نہ دی۔

یہ باتیں پرانے زمانے ہی کی نہیں، آج کل بھی ہمارے معاشرے میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ امیر لوگ غریبوں سے بیگار لیتے ہیں اور اس کے بعد ان کو کوئی مزدوری نہیں دیتے اور سارا دن کام کرواتے ہیں۔ تھکے ہارے غریب مزدور ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے کیا بعد تک بھی وہ مطالبے کرتے رہتے ہیں اور پھر ان کی مزدوریاں یا کم دی جاتی ہیں یا نہیں دی جاتیں۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نظر قیامت تک کے ہر زمانے پر ہے اور یہ باتیں ایسی نہیں جو تاریخ کا حصہ بنی ہوں صرف۔ یہ اب بھی جاری ہیں اور احمدیوں کو خاص طور پر ان نیکیوں کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں اٹھانا چاہئے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ بنی نوع کی ہمدردی میں وہ مال خرچ نہ کرو جو تمہارا پیارا مال ہے۔ غریبوں کا حق ادا کرو۔ مسکینوں کو دو۔ مسافروں کی خدمت کرو۔ اور فضولیوں سے اپنے تئیں بچاؤ یعنی بیاہ شادیوں میں اور طرح طرح کی عیاشی کی جگہوں میں اور لڑکا پیدا ہونے کی رسوم میں جو اسراف سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس سے اپنے تئیں بچاؤ۔ تم ماں باپ سے نیکی کرو اور قریبیوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے اور ہمسایہ سے جو بیگانہ ہے اور مسافر سے اور نوکر اور غلام اور گھوڑے اور بکری اور بیل اور گائے سے اور حیوانات سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔ کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں۔ وہ لاپرواہوں اور خود غرضوں سے محبت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کو نہیں چاہتا جو بخیل ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنے مال کو چھپاتے ہیں۔ یعنی محتاجوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۷، ۳۵۸)

اسی لئے آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ نے بطور خاص یہ نصیحت فرمائی تھی "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو بیان کرو۔ بعض لوگ تو ڈر کے مارے امیر ہونے کے باوجود خود ہی بہت خراب کپڑے پہنتے ہیں اور گندے کپڑے پہنتے ہیں تا کہ غریبوں کے اوپر یہ ظاہر کر سکیں کہ ہمارے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔ تو یہ ایک نہایت ہی بیہودہ رسم ہے۔ اور بعض جگہ یہ پائی جاتی ہے۔ اب ان کمیونٹیز (Communities) کا نام لینا تو مناسب نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ ایسے بعض خاص قوموں میں یہ رسم پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو خدا کی نعمتیں عام کرنے کی توفیق ملے۔ خدا نے نعمتیں دی ہیں تو اچھا پہنیں اور لوگوں پر ظاہر کریں کہ خدا کی نعمتیں ہیں اور پھر ان نعمتوں میں ان کو بھی شریک کریں۔

پھر فرماتے ہیں: "اور منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اس کی طبیعت کے لازم حال ہیں۔ ہمدردیٔ خَلق کا ایک جوش ہے۔ تو قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کے لئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں۔ گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے۔ سو اس حالت کو خُلق نہیں کہہ سکتے۔ یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حالت طبعی کوّوں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوّے کے مرنے پر ہزارہا کوّے جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اس وقت داخل ہو گی جب کہ یہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقع پر ہو اس وقت یہ ایک عظیم الشان خُلق ہو گا جس کا نام عربی میں مواساۃ اور فارسی میں ہمدردی ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ لَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا. وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا یعنی اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہئے اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں ان کی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو۔ تھکو مت اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے مت جھگڑو۔ جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے۔ خدا تعالیٰ خیانت پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰۔ صفحہ ۳۶۳)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں کوّوں کی مثال دی ہے یہ بعینہٖ کوّوں پر صادق آتی ہے۔ بہت چالاک جانور ہے اور اس کو مارنا آسان کام نہیں۔ دور سے ہی بندوق کو دیکھ کر اڑ جاتا ہے مگر اگر کوئی کوّا مر جائے، اتفاق سے مارا جائے تو خواہ کتنے کوّے آپ مار لیں وہ اس کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ پس یہ عجیب صفت ہے اور یہی مضمون ساری کائنات میں سب جانوروں میں پھیلا پڑا ہے۔ ہر جانور کو اللہ تعالیٰ نے ایک غیر معمولی صفت عطا فرما رکھی ہے جس سے انسان اگر چاہیں تو نصیحت پکڑ سکتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "کسی کا بچہ خراب ہو تو وہ اس کی اصلاح کے لئے پوری کوشش کرتا ہے ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں کہ عیب دیکھ کر اس کو پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو۔ بلکہ وہ فرماتا ہے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۔ تو وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔ مرحمہ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اس کے لئے دعا بھی کی جاوے۔ دعا میں بڑی تاثیر ہے اور وہ شخص بہت ہی قابل افسوس ہے کہ ایک عیب کو بیان تو سو مرتبہ کرتا ہے لیکن دعا ایک مرتبہ بھی نہیں کرتا"۔ (ملفوظات جلد ۲ طبع جدید صفحہ ۶۰، ۶۱)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "یہ بالکل سچی بات ہے کہ بہت سی سعادت غرباء کے ہاتھ میں ہے اس لئے انہیں امیروں کی امیری اور تمول پر رشک نہیں کرنا چاہئے"۔ یعنی مراد ان غرباء سے ہے جو دل کے بھی غریب ہیں اور نیک دل اور نیک عمل ہیں ایسے غرباء کے متعلق آپ فرما رہے ہیں کہ "امیروں کی امیری اور تمول پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ انہیں وہ دولت ملی ہے جو ان کے پاس نہیں۔ ایک غریب آدمی بیجا ظلم، تکبر، خودپسندی، دوسروں کو ایذا پہنچانے، اتلاف حقوق وغیرہ بہت سی برائیوں سے مفت میں بچ جاتا ہے کیونکہ وہ جھوٹی شیخی اور خودپسندی جو ان باتوں پر اسے مجبور کرتی ہے اس میں نہیں"۔ "اسے" سے مراد امیر بھائی کو جو

امیروں کو ان کی خودپسندی مجبور کرتی ہے وہ اس غریب میں نہیں ہوتی۔" یہی وجہ ہے کہ جب کوئی ماموراور مرسل آتا ہے تو سب سے پہلے اس کی جماعت میں غرباء داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ ان میں تکبر نہیں ہوتا۔ دولتمندوں کو یہی خیال اور فکر رہتا ہے کہ اگر ہم اس کے خادم ہو گئے تو لوگ کہیں گے کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر فلاں شخص کا مرید ہو گیا اور اگر ہو بھی جاوے تب وہ بہت سی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ الاماشاءاللہ کیونکہ غریب تو اپنے مرشد اور آقا کی کسی خدمت سے عار نہیں کرے گا مگر یہ یعنی امیر، عار کرے گا۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے اور دولتمند آدمی اپنے مال و دولت پر ناز نہ کرے اور اس کو بندگان خدا کی خدمت میں صرف کرنے اور اس کی ہمدردی میں لگانے کے لئے موقع پائے اور اپنا فرض سمجھے تو پھر وہ ایک خیر کثیر کا وارث ہے"۔

(ملفوظات جلد ۴ طبع جدید صفحہ ۴۳۸،۴۳۹)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی نوح میں یہ فرماتے ہیں: "خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو۔ پھر اِس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اُن سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اِس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم اُن کے حقیقی رشتہ دار ہو۔ جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں کیونکہ احسان میں ایک خودنمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنے والا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خودنمائی نہیں کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے جو ماں کی طرح ہو"۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹۔ صفحہ ۳۰)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خاص نصیحت جو جماعت کو ہے وہ پڑھ کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ آپ کی آخری نصیحت تو نہیں کہہ سکتے مگر اس مضمون کے آخر پر ہے اس کے علاوہ ایک اور بھی ہے وہ بعد میں بیان کروں گا۔

"تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۔ وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اَب دیکھ لو کہ اسلام کی ہمدردی کی انتہا کیا ہے۔ میری رائے میں کامل اَخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اَور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی۔" (الحکم جلد ۹۔ نمبر ۳۔ بتاریخ ۲۴/ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۴)

مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا اب یہ دیکھیں کتنی گہری بات فرمائی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اس زمانے میں اسیر تو مسلمان نہیں ہوا کرتے تھے، غیر ہی اسیر آیا کرتے تھے۔ کفار مکہ اور بڑے بڑے سخت دشمن بھی اسیر ہو کر آیا کرتے تھے تو اللہ کی محبت میں ان کو بھی کھلایا کرو، ان کے بھی آرام کا خیال رکھا کرو۔

فرماتے ہیں: "وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اَب دیکھ لو کہ اسلام کی ہمدردی کی انتہاء کیا ہے۔ میری رائے میں کامل اَخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اَور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی۔ مجھے صحت ہو جاوے تو میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشاء ہے وہ ظاہر ہو جاوے"۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے میں اتنی اخلاقی تعلیم دی ہے کہ دنیا بھر کے اخلاقی تعلیم دینے والوں کی تعلیم اکٹھی کر کے دیکھیں اس کے مقابل پر کچھ بھی نہیں ہو گی۔ مگر ابھی نیکی کی یہ حرص باقی ہے، یہ سخت طلب باقی ہے کہ کاش میں اور بھی لکھوں اور بھی لکھوں یہاں تک کہ سب پر یہ مضمون خوب کھل جائے۔

"مجھے صحت ہو جاوے تو میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشاء ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ میری جماعت کے لئے ایک کامل تعلیم ہو اور ابتغاء مرضات اللہ کی راہیں اس میں دکھائی جائیں۔ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچے کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لئے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے"۔ (ملفوظات جلد ۴ طبع جدید صفحہ ۲۱۹)

اب یہ آخری اقتباس ہے جو میں پڑھ دیتا ہوں کیونکہ آئندہ اس مضمون کو جو حقوق کا مضمون ہے چھوڑ کر، جہاں تک مجھ سے کوشش ہوئی ہے اس کو مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کچھ اور مضامین شروع ہونگے۔ تو حقوق وغیرہ سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تحریر ہے:

"یاد رکھو تم میں اِس وقت دو اخوّتیں جمع ہو چکی ہیں ایک تو اسلامی اخوّت اور دوسری اِس سلسلہ کی اخوّت ہے"۔ اسلامی اخوت وہی ہے جو سلسلہ کی اخوت ہے مگر چونکہ اسلامی اخوت کی عام تعلیم کو خاص طور پر جماعت احمدیہ نے اپنایا ہے اور ایک اندرونی محبت کے بندھن میں باندھی گئی ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم میں دو اخوّتیں جمع ہو گئی ہیں۔" .... اللہ تعالیٰ نے جابجا رحم کی تعلیم دی ہے۔ یہی اخوّتِ اسلامی کا منشاء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ تمام مسلمان مومن آپس میں بھائی ہیں۔ ایسی صورت میں کہ تم میں اسلامی اخوّت قائم ہو اور پھر اِس سلسلہ میں ہونے کی وجہ سے دوسری اخوّت بھی ساتھ ہو یہ بڑی غلطی ہو گی کہ کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو اور قضا و قدر سے اُسے ماتم پیش آجاوے تو دوسرا تجہیز و تکفین میں بھی اس کا شریک نہ ہو۔ ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ (رضوان اللہ) جنگ میں شہید ہوتے یا مجروح ہو جاتے تو مَیں یقین نہیں رکھتا کہ صحابہ (رضوان اللہ) انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہوں یا پیغمبر ﷺ اِس بات پر راضی ہو جاتے کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلے جاویں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ایسی وارداتوں کے وقت ہمدردی بھی ہو سکتی ہے اور احتیاط مناسب بھی عمل میں لائی جا سکتی ہے"۔ ہمدردی بھی ہو سکتی ہے اور احتیاط مناسب بھی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔ آج کل احمدیوں کے حالات پر پوری طرح صادق آرہا ہے کہ بعض دفعہ کسی کی ہمدردی میں نکلنے والے کو دشمن تاک لگا کر نشانہ بنا لیتا ہے تو اس لئے یہ احتیاط بہرحال لازم ہے کہ ایسے وقت میں ہمدردی کی جائے کہ پھر پوری احتیاط ہو اور اس کی وجہ سے اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالا جائے۔ فرماتے ہیں: "............ جس قدر تجارب سے معلوم ہوتا ہے اس کے لئے بھی نصِ قرآنی سے احتیاط مناسب کا پتہ لگتا ہے"۔ اور احتیاطیں بعض دفعہ وباؤں سے بھی کرنی پڑتی ہیں۔ یعنی ایک مریض ہو گیا ہے اور ایسی بیماری کا شکار ہے جو لگ سکتی ہے اور یہ تحریر میں سمجھتا ہوں چونکہ طاعون کے زمانہ میں لکھی گئی تھی اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور خاص اس نصیحت کا ذکر فرمایا ہے۔ "جہاں ایسا مرکز وَبا کا ہو کہ وہ شدّت سے پھیلی ہوئی ہو وہاں احتیاط کر لے لیکن اِس کے یہ معنی نہیں کہ انسان ایک میّت سے اِس قدر بُعد اختیار کر لے کہ میّت کی ذلّت ہو اور پھر اس کے ساتھ ساری جماعت کی ذلّت ہو"۔

اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق جب طاعون بعض گاؤں میں گھر گھر اتنا پڑا کہ ان کے دفنانے والے نہ رہے اس وقت جماعت احمدیہ کے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کے گھروں میں جا کر ان مُردوں کو اٹھاتے اور ان کو دفناتے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غیر معمولی احسان ہے جماعت احمدیہ پر کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا مربی ہمیں عطا ہوا اور ایسے لوگ جو وبا کا موجب بن سکتے ہیں اگر وہ مر جائیں تو ان سے بھی پرے ہٹنا جائز نہیں۔ ان کی تدفین میں شریک ہونا لازم ہے۔ "جبکہ خدا تعالیٰ نے تمہیں بھائی بنا دیا ہے تو پھر نفرت اور بُعد کیوں ہے؟ اگر وہ بھی مَرے گا تو اس کی بھی کوئی خبر نہ لے گا"۔ یعنی جو نفرتیں کرتا ہے اگر وہ اپنی نفرتیں جاری رکھتا تو اگر وہ بھی مرے گا تو اس کی بھی پھر کوئی خبر نہیں لے گا۔ "اور اِس طرح پر اخوّت کے حقوق تلف ہو جائیں گے۔"

(الحکم۔ جلد ۹ نمبر ۱۵۔ بتاریخ ۳۰/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

پس یہ حقوق کا جو مضمون تھا یہ اپنی دانست میں مَیں نے جہاں تک کوشش ہو سکی ہے مکمل کر دیا ہے اب انشاءاللہ آئندہ وہ دوسرا سلسلہ شروع ہو گا۔